احناف کے نزدیک خبر واحد اور اسکی قبولیت کے شرائط کا علمی جائزہ

پہلی قسط

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ بہاؤ الدین زکریا، ملتان

اوائل اسلام سے بعد علم حدیث فقہاء کا ورثہ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ دوسری صدی ہجری تک ایک عالم بیک وقت قرآن وحدیث اور فقہ تینوں علوم کا عالم ہوتا تھا اور محدثین ایک علیحدہ گروہ کی حیثیت سے روشناس نہ ہوئے تھے اسلئے جب فقہاء کرام شریعت اسلامی کے دوسرے مأخذ ''سنت'' سے احکام کا استنباط کرتے تو اس باب میں بہت احتیاط برتتے تھے بلکہ اس کو قبول کرنے میں کافی سختی برتتے تھے اور اسے مختلف طریقوں سے جانچتے تھے۔ مزید انہوں نے سنت کو قبول کرنے کیلئے کچھ اصول مقرر کئے تھے جن کو امام ابوحنیفہ نے بھی ذکر کیا (ا) اور امام شافعیؒ کی کتاب میں آج تک موجود ہیں (ب) لیکن تیسری صدی ہجری میں جب محدثین ایک علیحدہ گروہ کی صورت میں رونما ہوئے اور حدیث کی ترتیب و تدوین کا بیڑا اٹھایا تو انہوں نے کچھ اصول تو انہی فقہاء اور علماء اصول سے اخذ کئے اور بقیہ اصول اپنے وضع کئے (ج) لیکن مجموعی طور پر وہ فقہاء کی نسبت روایتوں کو قبول کرنے میں فراخ دل واقع ہوئے کیونکہ ان کا کام صرف صحیح اور ضعیف حدیث واضح کرنا تھا۔ اسلئے وہ حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس امر کی رعایت نہیں کرتے تھے کہ کیا پچھلی صدی کے فقہاء نے جو محدثین بھی تھے اس سے استدال کیا ہے یا نہیں؟ صحابہؓ کا عمل اس حدیث کے مطابق ثابت ہے یا نہیں؟ کیا صحابی نے یہ حدیث رسول اکرم ﷺ سے سنی تھی یا کسی دوسرے صحابی سے سنی تھی کیا صحابہؓ نے اس حدیث کے مفہوم کو خاص تو نہیں کیا؟ کیا حدیث قرآن اور عقل سلیم کے خلاف تو نہیں ہے؟ یعنی حدیث کی موجودگی میں محدثین کسی صحابی کے قول یا مجتہد کے اجتہاد کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے (د)

کیونکہ ان کی ذمہ داری حدیث کے سند اور متن کو رد وقبول کی حیثیت سے جانچنا تھا۔ (ھ) اور یہ محدود ذمہ داری تھی۔ لیکن فقہاء کے ذمہ بیک وقت دو کام تھے ایک حدیث کو ہر لحاظ سے پرکھنا اور پھر اس سے احکام کی استنباط کرنا۔ اس لئے انہوں نے اپنے ان مقاصد کیلئے حدیث کو قبول یا رد کرنے کیلئے اپنے معیار بنائے جو محدثین کے قواعد سے زیادہ سخت اور مختلف تھے اس لئے بعض راوی، اور بعض احادیث محدثین کے نزدیک اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں مگر فقہاء انہیں اپنے قواعد کے مطابق یکسر مسترد کر دیتے ہیں، جس طرح حضرت ابوہریرہؓ اور اس قبیلہ کے بعض جلیل القدر صحابہ کرامؓ، محدثینؒ کے نزدیک کثیر الروایۃ اور بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن فقہاء میں سے احناف ان کو غیر فقیہ صحابی سمجھتے ہیں اور ان کی روایات کو بعض شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں (و) یہی صورت حال اقسام حدیث کی ہے، محدثینؒ نے

حدیث کو بیشمار اقسام میں تقسیم کر کے اس علم کو عروج ثریا سے ہم کنار کیا۔ لیکن علماء اصول کو استنباط کے طریقوں کی وضاحت کرنا تھا۔ اسلئے اصول فقہ کی تمام کتب کے باب السنه میں جہاں ہمیں حدیث کی بیان کردہ لاتعداد اقسام کے برعکس حدیث کی کچھ بنیادی اور چند ذیلی قسمیں ملیں گی وہیں علماء اصول نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ ان کی بیان کردہ حدیث کی اقسام محدثین کی اقسام سے بالکل مختلف ہیں، جیسے امام سبکیؒ فرماتے ہیں **والمرسل عندجمهور المحدثين هوان يترك الراوى ذكر الواسطة بينه وبين المروى عنه مثل ان يترك التابعي ذكر الواسطة بينه و بين رسول الله ﷺ كقول سعيد بن المسيب قال رسول الله ﷺ اما اذا سقط واحد قبل التابعي فيسمٰى منقطعا وان سقط اكثر سمي مُعضلاً و عند الاصوليين المرسل قول من لم يلحق النبي ﷺ سواء كان تابعيام من تابع التابعين والى يومنا هٰذا فتفسير الاصو ليين اعم من تفسير المحدثين**" (ز) مرسل جمہور محدثین کے نزدیک ایسی حدیث ہے جس میں راوی وہ واسطہ جس سے اس نے حدیث سنی ہے، ساقط کر دے جیسے کوئی تابعی مثلاً سعید بن المسیب کہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اور کوئی راوی تابعی سے پہلے ساقط ہوتا ہے تو وہ حدیث منقطع ہے، اور اگر راوی ایک سے زیادہ ساقط ہیں تو یہ معضل ہے لیکن علماء اصول کے نزدیک ہر وہ حدیث جس کی سند رسول اکرم ﷺ تک نہ پہنچے مرسل ہے چاہے اس کی سند میں تابعی ساقط ہو یا تبع تابعی وغیرہ مرسل کی جو تعریف علماء اصول نے کی ہے وہ محدثین کی تعریف سے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔

اس اقتباس سے یہ بات کچھ حد تک واضح ہوتی ہیں کہ علماء اصول کے اقسام حدیث اور محدثین کی اقسام میں کافی فرق ہے اسی موقف کو مشہور حنفی اصولی ملاجیونؒ اس طرح بیان کرتے ہیں "**والسنة اربعة اقسام إلى اربعة تقسيمات وتحت كل تقسيم اقسام متعدده وهذاعلى طبق اصول الفقه لااصول الحديث وان اشتر كا فى بعض الأسامى والقواعد**" (ج) اور سنت کو چار طریقوں سے تقسیم کیا گیا اور ہر اقسام کی متعدد ذیلی قسمیں بھی ہیں لیکن یہ تمام تقسیم علماء اصول کے نقطہ نظر سے ہے نہ کہ محدثین کی رائے کے مطابق یہ اور بات ہے کہ ان میں سے بعض کے نام اور تعریفوں میں کہیں اتفاق ہو جائے۔

علماء اصول حدیث کی علیحدہ اقسام ترتیب دینے کے بارے میں خود علامہ ابن الصلاح بھی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ **ومن المشهور المتواتر الذى يذكره اهل الفقه واصوله واهل الحديث لايذكرونه باسمه الخاص اشعر بمعناه الخاص** (ط) اور مشہور کی ایک قسم متواتر بھی ہے جس کا فقہاء اور علماء اصول ذکر کرتے ہیں لیکن محدثین نے نہ تو اس کی کوئی خاص نشانی یا تعریف مرتب کی ہے اور نہ ہی کوئی نام۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علماء اصول نے جہاں حدیث کی رد و قبول کے معیار اپنے بنائے ہیں وہیں ان کی حدیث کی اقسام بھی محدثین سے مختلف ہیں۔

باعث حیرت ہیں کہ علماء کرام میں عمومی طور پر حدیث یا خبر کی وہ اقسام متداول ہیں جن کو محدثین کرام نے ترتیب دیا ہے اور ان میں یہ

نظر بھی پایا جاتا ہے کہ فقہاء اور علماء اصول بھی حدیث کے میدان میں انہیں محدثین کے اقسام حدیث کو قبول کر کے ان سے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ لیکن سابقہ مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ علماء اصول نے جہاں حدیث کے ردوقبول کے اپنے معیار قائم کئے تھے وہیں انہوں نے حدیث کے اقسام کو بھی اپنے ترتیب دیئے ہیں، اوران دونوں کی تقسیمات میں جوہری اختلاف ہے۔ البتہ اس میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بسااوقات دونوں کے ترتیب دیئے ہوئے اقسام کے اسماء تعریفوں میں کہیں کہیں اتفاق ہوجاتا ہے۔

محدثین کے اقسام حدیث کے برعکس جمہور علماء اصول نے خبر کو بنیادی طور پر دو اقسام متواتر، آحاد میں تقسیم کر کے پھر متواتر کی دو (۲) ذیلی اقسام لفظی معنوی بیان کی ہے خبر آحاد کی ان کے نزدیک راویوں کی تعداد کے لحاظ سے دو (۲) اقسام ہیں واحد، مشہور اور صحت و ضعف کے لحاظ سے بھی دو قسمیں ہیں۔ مسند، مرسل جبکہ مرسل کو منقطع کا نام بھی دے دیتے ہیں لیکن احناف نے خبر کی بنیادی طور پر تین اقسام بیان کی ہیں ''متواتر، مشہور، آحاد'' ان کی رائے میں خبر متواتر کی تین ذیلی اقسام ہیں لفظی، معنوی، سکوتی اور خبر مشہور کی کوئی ذیلی قسم نہیں ہے خبر آحاد کی بھی صحت وضعف کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں۔

خبر واحد کی یہ اور اس کے علاوہ مزید اقسام اور انکی قبولیت کے شرائط کے بارے میں زیر نظر مضمون میں صرف حنفی علماء اصول کی آراء کو مدنظر رکھ کر بحث کی گئی ہے تاکہ یہ امر واضح ہوجائے کہ احناف کسی حدیث کو رد یا قبول کرنے کے ضمن میں محدثین کرام کے اصولوں کو مدنظر نہیں رکھتے بلکہ اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق جانچ پرکھ کرتے ہیں مزید ہم نے اس مقالہ کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلے باب میں صرف خبر واحد پر بحث کی گئی ہے اور دوسرے باب میں خبر واحد کی اقسام کو حنفی نقطہ نظر کے مطابق واضح کیا گیا ہے۔

پہلا باب (خبر واحد)

لغوی تعریف:۔ لفظ واحد کا مادہ ''واحد'' ہے اہل لغت کے نزدیک واحد اور آحاد میں کوئی فرق نہیں، آحاد اَحَد کی جمع ہے جیسے بطل کی جمع ابطال ہے۔ اور یہ لفظ دو ہمزوں کے ساتھ أأحاد تھا پھر ہمزہ کو لفظ آدم کی طرح الف میں تبدیل کردیا گیا اور احاد کے ہمزہ کو واؤ میں تبدیل کر کے اسے واحد بھی کہا جاتا ہے(۱) بعض اہل لغت احد کی اصل وحد واؤ اور حاء کی فتح سے ہے اور أحد واحد کا اسم کامل ہے(2) لفظ آحاد اور واحد دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں اور لغت میں اُن سے مراد ایسی شے ہے جس کا کوئی جزء نہ ہو لیکن یہ عمومی طور پر ہر شے کیلئے استعمال ہوتا ہے(3)

لفظ احد اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے جیسے قرآن مجید میں ہے قل ھو اللہ احد (4) ''کہو وہ اللہ ہے یکتا'' ان دونوں الفاظ کے معنی ایک، اکیلا، یکتا اور تنہا ہیں۔ لفظ احد گنتی کا پہلا عدد بھی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ: احد اثنان، ایک، دو وغیرہ۔ اور لفظ احد ہفتہ کے ایام میں پہلا یوم بھی ہے جسے یوم الاحد کہتے ہیں عربی میں ایک جملہ'' استاحد الرجل ' معروف ہے، اس سے مراد کسی انسان کا اکیلا یا تنہا ہوجانا ہے(5) لفظ آحاد اور واحد نفی اور اثبات دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً نفی کے معنی میں یہ فقرہ اکثر استعمال ہوتا ہے''مافی الدار احد'' یعنی گھر میں کوئی ایک بھی نہیں اور یہ نفی کے معنی میں قرآن مجید کی ان آیات میں بھی استعمال ہوا ہے لَستُنَّ کاحدٍ مِن النساءِ (نبی کی بیبیوں) تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو مَا کان محمد اباا حدمن رجالکم (7) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اور اثبات کے معنی میں عربی کا یہ فقرہ فی الدار واحد استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں گھر میں ایک شخص ہے(8)

اصطلاحی تعریف:

خبر واحد کی اصطلاحی تعریف میں علماء اصول کے مابین اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیادی وجہ سنت کی قسموں میں اختلاف ہے۔ احناف سنت کو تین بنیادی اقسام متواتر، مشہور اور واحد میں تقسیم کرتے ہیں لیکن جمہور سنت کے دو بنیادی اقسام متواتر اور واحد بیان کرتے ہیں ان کے نزدیک مشہور، مستفیض یا اس قسم کے تمام اقسام خبر واحد میں شامل ہیں اور اس کی ذیلی اقسام ہیں۔ لیکن ہم احناف کے نزدیک خبر واحد کی تعریف پیش کرتے ہیں۔

احناف کے نزدیک خبر واحد کی تعریف:

احناف کی رائے میں خبر واحد کی تعریف کو فخر الاسلام بزدوی نے اس طرح بیان کیا ہے "**هو كل خبر برواية الواحد أو الإثنين فصاعدًا لاعبرة للعدد فيه بعد ان يكون دون المشهور والمتواتر**" **(9)** وہ خبر جس کو ایک، دو یا اس سے زیادہ راوی روایت کرتے ہیں اور اس میں راویوں کی کوئی تعداد معتبر نہیں مگر یہ کہ وہ خبر مشہور اور متواتر کے درجہ تک نہ پہنچے۔

گویا احناف کے نزدیک خبر واحد وہ ہے جس کو ایک راوی دوسرے ایک راوی سے نقل لکھے، ایک راوی جماعت سے روایت کرے یا جماعت راویوں کی ایک راوی سے روایت کرے۔ ان کے نزدیک راویوں کی تعداد کا اعتبار نہیں جب تک حدیث مشہور، متواتر کی حد تک نہ پہنچے۔ حنفی علماء حدیث یا خبر کو بہت سی قسموں میں تقسیم کرتے ہیں جس کی تفصیل درجہ ذیل نقشہ سے واضح ہوتی ہے۔ **(10)**

خبر

واحد — مشہور — متواتر

مستفیض — سکوتی — معنوی — لفظی

مطعون — منقطع — مسند

مطعون	مطعون	منقطع	منقطع
جس پر غیر راوی طعن کردے۔ ائمہ صحابہ حدیث پر اعتراض کریں۔ ائمہ محدثین حدیث پر اعتراض کریں۔	جس پر راوی طعن کردے۔ راوی روایت کا انکار کردے۔ راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے۔ راوی اپنی روایت کے کسی یا یک احتمال کو معین کردے۔ راوی حدیث پر عمل ترک کردے۔	انقطاع باطنی (الف) ایسی روایت جو قرآن کی مخالف ہو۔ ایسی روایت جو سنت مشہور کی مخالف ہو۔ ایسی روایت جو عموم بلوی کی مخالف ہو۔ ایسی روایت جسکی ائمہ صحابہ مخالفت کردے۔ (ب) مستور الحال کی روایت، فاسق کی روایت، بدعتی کی روایت، بچہ، مجنون، مغفل کی روایت۔	انقطاع ظاہری (مراسل) مراسل صحابی۔ مراسل تابع تابعین۔ مراسل عادلین۔ جو مراسل بھی ہو اور مسند بھی ہو۔

خبر واحد کی قبولیت کے شرائط:

حنفی علماء اصول نے خبر واحد میں شبہ کی امکان کی وجہ سے اس کی قبولیت کے لئے مختلف اقسام کی شرطیں لگائی ہیں ان میں سے کچھ شرائط راوی سے متعلق ہیں اور بعض نفس خبر کے بارے میں ہیں۔ ان میں سے بعض شرائط پر علماء اصول متفق ہیں اور کچھ میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفی علماء اصول اس بات پر بھی متفق ہیں کہ راوی میں عقل، اسلام، عدالت اور ضبط کے اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ بعض کے نزدیک عقل کا معیار بلوغت ہے اور پھر وہ بلوغت کی حد میں اختلاف کرتے ہیں اور بعض اسمیں تکلیف کا اضافہ کرتے ہیں لیکن یہ تکلیف کی صفت انہیں چار میں شامل ہے ان کے نزدیک راوی میں فسق، بدعت، جہالت، جنون، غفلت، سہو، بے پرواہی اور طفولیت جیسے عیوب کا نہ ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ ان عیوب سے روایت پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔ ان شرائط کی تفصیل میں کہیں کہیں فروعی اختلاف ہے مگر جوھری طور پر سب ان شرائط پر متفق ہیں (11)

نفس خبر میں علماء مندرجہ ذیل شروط پر متفق ہیں۔

1) خبر عقل سلیم کی مقتضیات کے مخالف نہ ہو:- اگر خبر عقل کے خلاف ہو یعنی عقل اس کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو تو کوشش کی جائے گی کہ اس کی تاویل کی جائے لیکن اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ خبر رد کر دی جائے گی (12) جیسے حدیث میں وارد ہے عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ **ان اللہ خلق الفرس فأجرأها فعرقت فخلق نفسه منها** (13) اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا اور پھر اس کو دوڑایا پھر جب اس کو پسینہ آیا تو اس پسینہ سے خود کو پیدا کیا

اس حدیث کو عقل کس سطح پر قبول کرنے کو تیار نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی تاویل کی جاسکتی ہے اس لئے اس حدیث اور اس قسم کی اور تمام احادیث کو رد کیا جائے گا (14)

2) خبر قرآن مجید، سنت متواترہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو:- فقہ اسلامی میں قرآن، حدیث اور اجماع تینوں متن کے اعتبار سے خبر واحد سے قوی ہیں اور اگر خبر واحد ان کی مخالفت کر رہی ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ یا تو اس حدیث کی کوئی بنیاد ہی نہیں یا پھر یہ حدیث منسوخ ہے (15) مثلاً کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور اس کے حق میں کوئی حدیث لائے تو وہ مندرجہ ذیل قرآن کی آیت اور حدیث سے متصادم ہے وَلٰكِن رسولَ اللہ وخاتم النبیین (16) لیکن وہ اللہ کا رسول اور آخری نبی ہے اور حدیث انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (17) میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسی طرح چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کر دینے والی خبر اجماع صحابہ سے منسوخ ہے جس میں صحابہ نے شرب خمر کی سزا اسی کوڑے اجماعاً مقرر کی تھی (18)

3) خبر سے عقائد ثابت نہ ہوں:- خبر واحد کسی اسلامی عقیدہ کو ثابت نہ کر رہی ہو کیوں کہ یہ خبر موجب عمل تو ہے مگر موجب علم نہیں اور اس سے علم قطعی حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر اس خبر سے کوئی عقیدہ ثابت ہو رہا ہو تو اس خبر کو رد کر دیا جائے گا۔

4) ساری امّت کو معلوم ہونے والی خبر کو ایک راوی روایت نہ کرے:- ایسی خبر جس کے بارے میں ساری امت کو علم ہونا ضروری ہو لیکن اسے صرف ایک راوی روایت کرے تو ایسے معاملہ میں صرف ایک راوی کی خبر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسکی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ اس کا علم تو ساری امت کیلئے لازم تھا۔ جیسے اہل تشیع نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا اعلان کیا۔ یہ روایت اس لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے کہ خلافت کا اعلان بند کمرے میں نہیں کیا جاتا بلکہ خلیفہ کا تعلق عوام سے ہوتا ہے اور اس اعلان کو تمام عوام کے سامنے مشتہر کیا جاتا ہے اسلئے اس روایت کو تمام صحابہ کو معلوم ہونا چاہئے تھا لیکن فرد واحد کی روایت کی وجہ سے اس کو رد کیا گیا ہے (20)

5) ایک جم غفیر کے سامنے ہونے والے واقعہ کو ایک راوی نقل نہ کرے:- ایسی خبر جس کو عادتاً لوگوں کی کثیر تعداد کو روایت کرنا چاہئے تھا مگر اس کا راوی فرد واحد ہو تو یہ اس روایت کے ضعف کی دلیل ہے مثلاً یہ واقعہ مشہور ہو کہ شہر کی جامع مسجد کا خطیب خطبہ دیتے ہوئے ہزاروں نمازیوں کے سامنے ممبر سے گر گیا ہے۔ مگر شہر میں اس واقعہ کا راوی صرف ایک ہے تو یہ اس واقعہ کے جھوٹ کی دلیل ہے۔ لہذا اس قسم کی خبر بھی رد کر دی جائے گی (21)

راوی کے شرائط: احناف راوی میں سابقہ شرائط کے علاوہ راوی کے معروف ہونے کا شرط بھی لگاتے ہیں ان کے مراد معروف ہونے سے مراد ایسا راوی ہے جس کو فقہاء جانتے ہوں اور اس کے حالات ان پر مخفی نہ ہوں۔ پھر وہ معروف راوی کو دو اقسام (معروف فی الفقہ اور غیر معروف فی الفقہ) میں تقسیم کرتے ہیں۔ اول الذکر سے مراد ایسا راوی ہے جو صرف حدیث کے الفاظ کا حافظ نہ ہو بلکہ اس کے مفہوم کو بھی سمجھتا ہو اور ثانی الذکر سے مراد ایسا راوی ہے جو صرف الفاظ حدیث کا حافظ ہو خلفاء اربعہ عبادلہ ثلاثہ، حضرت عائشہؓ اور کئی اصحابؓ رسول اللہ ﷺ ان کے نزدیک فقیہ ہیں لیکن حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس بن مالک وغیرہ ان کے نزدیک غیر فقیہ ہیں۔ اسلئے اول الذکر کی حدیث بلا تحقیق قبول کی جائے گی لیکن ثانی الذکر کی حدیث کو دیکھا جائے گا اگر وہ قیاس کے مخالف ہوئی تو رد کی جائے گی اگر موافق ہوئی تو قبول کی جائے گی (22)

نفس خبر کے شرائط:

نفس خبر کے بارے احناف کے نزدیک شرائط یہ ہیں کہ حدیث عموم بلوی کے مخالف نہ ہو، قیاس کے مخالف نہ ہو، آئمہ صحابہ اسکی مخالفت نہ کریں، راوی اپنی روایت شدہ خبر کا انکار نہ کرے، اسکے مخالف عمل نہ کرے، اس پر عمل نہ چھوڑے، اس کے کسی ایک مفہوم کو متعین نہ کرے، مزید یہ کہ باقی صحابہ کرامؓ اس حدیث کو جانتے ہوئے اس پر عمل ترک نہ کریں یا اس کے خلاف عمل نہ کریں اور بعد میں محدثین بھی اس خبر پر اعتراض نہ کریں ان کی تفصیل آئندہ اوراق میں وارد ہے۔

احناف کی رائے میں قرآن مجید یا خبر متواتر سے ثابت شدہ حکم اگر عام ہے تو اس کی تخصیص خبر واحد سے نہیں ہو سکتی اور شافعیہ کے نزدیک عام سے ثابت شدہ حکم ظنی ہوتا ہے اسلئے اس کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے جیسے مسلم میں حدیث ہے **لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب (23)** جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز نہیں ہوئی اس حدیث سے امام شافعی نے نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت پر استدلال کیا ہے اور احناف کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت نماز میں سورۃ فاتحہ کی فرضیت کے مخالف ہے **فاقرأو اماتیسر منہ (24)** پس جتنا قرآن با آسانی پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔ فرض صرف تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا ہے۔ خواہ وہ سورۃ فاتحہ کی ہوں یا کسی اور سورت سے ہوں اور اس حدیث سے احناف کے نزدیک نفی کمال مراد ہے۔ اس لئے وہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض قرار نہیں دیتے اور امام شافعیؒ کے اس طرح حدیث پر عمل سے قرآن پر عمل چھوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور کتاب قطعی ہے **(25)**

خبر واحد کے ذریعے کتاب کے کسی حکم پر اضافہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس خبر کی وجہ سے ظاہر کتاب کو چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ اصل متن ہے اور اس کے معنی فرع ہیں اور قرآن کا متن سنت کے متن سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے ثبوت میں کوئی شبہ نہیں لہذا قرآن کو ہر لحاظ سے خبر واحد پر ترجیح دی جائے گی۔

خبر واحد کو ہر اس معاملے میں قبول کیا جائیگا جس میں وہ قرآن کے حکم کو نہ منسوخ کر رہی ہو اور نہ اس کے عام حکم کو خاص کر رہی ہو۔ اور اس میں اضافہ بھی نہ کر رہی ہو اور جو خبر واحد کو قبول نہیں کرتا وہ اس کی حجیت کو باطل کر رہا ہے اور وہ اس طرح ایک طرف جہالت اور الحاد کا دروازہ کھول رہا ہے اور دوسری طرف بدعت کو رواج دے رہا ہے **(26)**

اب خبر واحد کی اقسام کے بارے احناف کا نقطہ نظر واضح کیا جا رہا ہے اسلئے حوالہ جات کی ترتیب بھی نئی شروع کی ہے۔

دوسرا باب خبر واحد کے اقسام:

مزید حنفی علماء اصول نے خبر واحد کو صحت وضعف کے لحاظ سے تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ ۱: مسند ۲: منقطع ۳: مطعون

تمام علماء مسند کو صحیح خبر کی ایک قسم مانتے ہیں اور اس پر عمل واجب قرار دیتے ہیں۔ اس سے مسائل مستنبط کرتے ہوئے اس کے منکر کو بدعتی اور گمراہ قرار دیتے ہیں (۱)

جبکہ ان کی رائے میں خبر منقطع وہ روایت ہے جس کی سند میں کوئی انقطاع ہو، خبر قرآن، حدیث متواتر یا عقل سلیم کے خلاف ہو، حدیث کے راویوں میں کوئی خاص ہو یا حدیث کے حجت بنانے میں علماء کے مابین اختلاف ہو (۲)

خبر کی مندرجہ بالا یہ دو اقسام اپنے اسماء اور ان مخصوص شرائط کے ساتھ صرف حنفی علماء اصول کے مابین متداول ہیں جبکہ محدثین کرام کے ہاں یہ دو اقسام نہ ان تعریفوں کے ساتھ مروج ہیں اور نہ ہی ان کی یہ شرائط ہیں بلکہ ان کے نزدیک مسند ایسی خبر ہے جس کی سند رسول اکرم ﷺ تک پہنچی ہو اس کا شمار ان اقسام حدیث میں سے ہے جو مقبول بھی ہو سکتی ہیں اور مردود بھی (۳)

اسی طرح محدثین کی رائے میں منقطع صرف وہ خبر ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے اتصال باقی نہ رہے اور یہ مردود احادیث کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ (۴)

اس مختصر تقابلی مطالعہ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ علماء اصول نے جہاں حدیث کے ردو قبول کے اپنے معیار قائم کئے ہیں وہیں حدیث کے اقسام بھی ان کے ہاں اپنے مخصوص اسماء شرائط کے ساتھ مروّج ہیں۔

یہی صورت حال زیر نظر مضمون میں ہے خبر مطعون کے بارے میں ہے محدثین کے ہاں خبر مطعون کے نام سے حدیث کی کوئی قسم نہیں پائی جاتی (۵) بلا شبہ ان کے ہاں طعن کے اسباب مروج ہیں جنکو مختلف محدثین متعدد انداز میں بیان کرتے ہیں مثلاً بعض اسطرح رقم طراز ہیں وجوہ الطعن المتعلقه بالعدالة او بالضبط (٦) راوی پر عدالت اور ضبط کے سلسلے میں اعتراضات۔اور بعض نے یہ انداز اختیار کیا ہے الحديث المردود بسبب طعن في الراوي (۷) راوی پر اعتراض کی وجہ سے مردود (غیر مقبول) حدیث۔

پھر محدثین نے مختلف اعتراضات کے حامل راویوں کی احادیث کو متعدد نام دیئے ہیں۔مثلاً اگر راوی پر جھوٹ کا اعتراض ہے تو حدیث موضوع ہوگی (۸) اگر اس کے فقہ کی مخالفت ثابت ہے تو حدیث شاذ ہوگی (۹) اور اگر راوی اکثر غلطیاں کرتا ہے تو اس کی خبر کو منکر کا نام دیا گیا ہے (۱۰) اور اسی طرح ہر اعتراض پر حدیث کا نام تبدیل ہو جاتا ہے۔لیکن پورے علوم حدیث کا مطالعہ کرنے سے کہیں بھی خبر مطعون کے نام سے کسی قسم حدیث کا ذکر نہیں ملتا (۱۱) اس کے برعکس علماء اصول نے مطعون کو ضعیف حدیث کی ایک قسم شمار کر کے اس کی تعریف و شرائط پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جیسے فخر الاسلام بزدوی رقم طراز ہیں والقسم الخامس الخبر المطعون الذي رده السلف (۱۲) پانچویں قسم خبر مطعون ہے یہ وہ ہے جسے اسلاف قبول نہ کریں۔

خبر واحد کی اس قسم تعریف اس کے شروط اور اقسام صرف حنفی علماء کی آراء کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ اوراق میں قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔

مطعون کی لغوی واصطلاحی تعریف:

خبر واحد اگر علماء اصول کے مقرر کردہ شرائط پر پوری نہ اترے تو وہ منقطع یا مطعون ہوگی منقطع کی تفصیل اسی مقالہ کے سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے اور لفظ مطعون، طعن یطعن، سے اسم مفعول ہے اس کا باب قتل یقتل ہے لغت میں اس سے مراد کسی میں عیب نکالنا یا اعتراض کرنا اور "طعن في رأيه" اس نے اس کی رائے پر اعتراض کیا یعنی کسی کی ذات، رائے یا حکم میں عیب نکالنے کو طعن کہتے ہیں اور مطعون وہ ہے جس میں عیب نکالا جائے یا جس پر اعتراض کیا جائے (۱۳)

احناف کی اصطلاح میں خبر مطعون سے مراد ایسی خبر ہے جس پر حدیث کو روایت کرنے والا راوی خود اعتراض کرے یا اس پر غیر راوی کی طرف سے کوئی اعتراض ہو۔اعتراض کی یہ صورت ہے کہ وہ اپنی روایت کردہ حدیث کا صریح انکار کرے کہ میں نے یہ روایت بیان نہیں کی، اور اگر وہ صحابی ہیں تو اپنی مروی حدیث کے خلاف عمل کرے یا عمل ترک کردے یا عام حدیث کو خاص کردے۔

غیر راوی کی طرف سے اعتراض کی یہ صورت ہے کہ اس کی حدیث کو صحابہ کرام یہ جانتے ہوئے کہ صحیح حدیث ہے متروک قرار دے دیں یا اس کے مخالف عمل کرے یا محدثین کرام اسکی حدیث پر کسی قسم کا اعتراض کریں تو وہ حدیث مطعون کہلائے (۱۴)

خبر مطعون کی تفصیل اس طرح ہے۔(۱۵)

خبر مطعون

غیر راوی اعتراض کرے۔

1 ...... اعتراض صحابہ کرام کی طرف سے وارد ہو۔

(الف) حدیث کو جانتے ہوئے اس کی مخالفت کریں۔

(ب) حدیث کو نہ جانتے ہوئے اس کی مخالفت کریں۔

2 ...... اعتراض ائمہ حدیث کی طرف سے ہو۔

(الف) اعتراض مبہم ہو۔

(ب) اعتراض مفسر ہو۔

راوی اعتراض کرے۔

...... راوی اپنی روایت کا صریح انکار کرے۔

2 ...... راوی حدیث کے خلاف عمل کرے۔

3 ...... راوی حدیث کو خاص کردے۔

4 ...... راوی حدیث پر عمل ترک کردے۔

خبر مطعون جس پر راوی اعتراض کرے:

احناف کی رائے میں ایسی خبر مطعون جس پر راوی اعتراض کرے کی چار قسمیں ہیں۔

۱) راوی صریحاً انکار کرے۔ ۲) راوی روایت کے خلاف عمل کرے۔

۳) راوی عام حدیث کو خاص کرے یا اس کی تاویل کرے۔ ۴) راوی حدیث پر عمل ترک کردے (۱۶)

ا۔ راوی صریح انکار کرے:- راوی کے اپنی روایت کا انکار کرنے کی احناف کے نزدیک تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ کہ وہ صریحاً اس طرح انکار کرے کہ اس راوی کو جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے جھٹلائے دوسری صورت یہ کہ وہ روایت کا انکار لفظوں میں کرے اور راوی کو بھی نہ جھٹلائے اور تیسرا یہ کہ وہ شک کا اظہار کرے یعنی کہے کہ مجھے یاد نہیں کہ یہ حدیث میں نے روایت کی ہے یا نہیں؟

(الف) اگر راوی اپنی روایت کا صریح انکار کرے اور اس راوی کو جو اس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے جھٹلائے تو اس حدیث کے مطعون ہونے میں احناف اور شافعیہ کے مابین اختلاف ہے اور دونوں کا موقف اور دلائل درج ذیل ہیں۔

ماوردی اور بعض شافعی و حنبلی فقہاء کے نزدیک وہ حدیث مطعون نہیں ہوگی اور دوسرے راوی کی عدالت اور روایت کی صحت پر اصلی راوی کے انکار سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ محدث کو چاہئے کہ وہ حدیث کو اصلی راوی سے روایت نہ کرے بلکہ دوسرے راوی سے روایت کرے جیسے ربیعہؒ نے سہیلؒ سے روایت کی "ان رسول اللہ ﷺ قضی بالیمین مع الشاهد" (۱۷) رسول اللہ ﷺ نے ایک قسم اور ایک گواہ کے ساتھ فیصلہ فرمایا پھر سہیلؒ بھول گئے کہ آیا انہوں نے یہ حدیث بیان کی تھی یا نہیں کی تھی اور اکثر کہتے تھے کہ ربیعہؒ

مجھے کہتا ہے کہ یہ حدیث میں نے عن ابیه و عن ابی هریرةؓ کی سند سے روایت کی ہے لہذا محدث اس صورت میں اس حدیث کو اس سند سے عن سهیلؒ عن ربیعةؒ الخ روایت کرے (۱۸)

اس نقطہ نظر کے حامل علماء حدیث ذوالیدین سے استدلال کرتے ہیں جس میں رسول اکرم ﷺ نے عصر کی نماز میں دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا اور اٹھ کر ایک لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے ۔ تمام صحابہ بیٹھے رہے اور ان میں ایک صحابی ذوالیدین بولے یا رسول اللہ ﷺ نماز مختصر ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ تو ذوالیدین نے کہا ان میں سے ایک ہو چکا ہے چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ ذوالیدین کیا کہتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ذوالیدین صحیح کہتا ہے تو آپؐ پلٹے اور دو رکعت مزید ادا فرمائیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے انکار کرنے کے بعد ذوالیدین کی بات پر عمل کیا اسلئے اگر اصل راوی اپنی روایت کا انکار کر رہا ہو تو اس سے نفس حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور وہ قبول کی جائے گی (۲۰)

اس بارے میں ایک رائے بیضاوی کی ہے ان کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت کا صریح انکار کر رہا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اصل راوی اوثق ہے یا دوسرا راوی۔ اگر دوسرا راوی مقابلۃً زیادہ ثقہ ہے تو روایت قبول کی جائے گی اور انکار کی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن اگر معاملہ برعکس ہو یا دونوں ثقاہت میں برابر ہو تو پھر حدیث رد کی جائے گی (۲۱)

احناف کی رائے میں وہ حدیث مطعون اور نا قابل حجت ہو گی ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱) وہ حضرت عمر کے اس عمل سے استدلال کرتے ہیں جس میں انہیں حضرت عمار بن یاسرؓ نے واقعہ یاد دلایا جب وہ دونوں ایک گروہ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے رات کو سوئے تو صبح کو وہ محتلم اٹھے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں حضرت عمار نے سارے بدن کا تیمم کیا لیکن مدینہ واپس آکر انہوں نے واقعہ رسول اکرم ﷺ کو ذکر کیا تو آپ نے فرمایا انما کان یکفیکه ضربتان (۲۲) تمہارے لئے دو دفعہ ہاتھوں کا مارنا کافی تھا۔ حضرت عمرؓ کو یہ حدیث یاد نہ آئی اور آپ نے حضرت عمار بن یاسر کی عدالت اور فضل کے باوجود وہ حدیث قبول نہ کی۔

۲) دوسرا یہ کہ خبر واحد اس وقت حجت ہے جب اس کا اتصال رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہو اور اصل راوی کے انکار سے خبر کا اتصال ختم ہو جاتا ہے اور خبر قابل حجت نہیں رہتی کیونکہ اصل راوی کا انکار اس کے حق میں حجت ہے۔

اور دوسرے راوی کا اصل راوی کے حق میں یہ کہنا کہ اس نے روایت کی ہے اصل کے انکار کرنے سے زیادہ اہمیت کا حامل نہیں کیونکہ دونوں عدل ہیں اور کسی راوی کو کسی پر فوقیت نہیں، اور ایک راوی کی بات ماننا اور دوسرے کی رد کرنا صحیح نہیں۔ مزید یہ کہ اگر اصل راوی حدیث بیان کر کے بھول سکتا ہے کہ وہ حدیث کی اور راوی سے سنے اور اسے وہم ہو کہ اس نے یہ حدیث اس اصل راوی سے سنی ہو۔ ان دونوں امکانات کی وجہ سے حدیث کا اتصال ختم ہو جاتا ہے اور وہ حجت نہیں رہتی۔ تو دوسرا راوی بھی اس طرح بھول سکتا ہے کہ وہ یہ حدیث کا اتصال ختم ہو جاتا ہے اور حجت نہیں رہتی۔

۳) جہاں تک حدیث ذوالیدین کا تعلق ہے تو اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ آپ نے انکار کیا پھر مزید دو آدمیوں کی خبر سے آپ ﷺ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا اس حدیث سے استدلال قیاس مع الفارق ہے۔

(ب) اگر اصل راوی دبے لفظوں میں انکار کرے اور دوسرے راوی کو نہ جھٹلائے تو جمہور کے نزدیک وہ روایت قبول کی جائے گی کیونکہ بھول جانا انسانی فطرت ہے اور کون سے ایسا راوی ہے جس کو تمام حدیث اچھی طرح یاد ہیں۔البتہ اس میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس حدیث کو اصل راوی کے بجائے دوسرے راوی کی سند سے روایت کیا جائے تا کہ شبہ عدم اتصال ختم ہو جائے لیکن متاخرین احناف کے نزدیک وہ روایت بھی مطعون اور نا قابل حجت ہے۔اگر راوی اپنی روایت کے بارے میں یوں کہے کہ مجھے یاد پڑتا کہ میں نے یہ حدیث روایت کی ہے تو اس صورت میں اگر اس نے صریح انکار نہیں کیا بلکہ شک کا اظہار کیا ہے اس لئے جمہور کے نزدیک وہ حدیث مطعون نہیں لیکن احناف میں سے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اس کو قابل حجت نہیں سمجھتے (۲۸)

اس کی مثال یہ حدیث ہے ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھافنکاحھا باطل باطل باطل (۲۹) جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے اس حدیث کی سند یہ ہے عن سلیمان بن موسی عن الزھری عن عروۃ عن عائشہ۔لیکن جب ابن جریج نے اس حدیث کے بارے میں الزھری سے پوچھا تو انہوں نے کہا لم اذکرہ یعنی مجھے یاد نہیں۔

(۲) راوی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے

راوی کی جانب سے اعتراض وارد ہونے میں خبر مطعون کی دوسری قسم وہ ہے جس میں راوی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل کرے اس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ کہ اسے حدیث کا علم نہیں تھا یعنی وہ حدیث اس وقت تک اس راوی تک نہیں پہنچی تھی یا اس نے نہیں سنی تھی اس لئے اس نے حدیث کے خلاف عمل کیا۔

دوسری یہ کہ اسے حدیث کا علم تھا اس نے اس کے خلاف عمل کیا۔

اور تیسری صورت یہ ہے کہ راوی کے حدیث کے خلاف عمل کی تاریخ کا علم نہ ہو کہ اس نے حدیث معلوم ہونے سے قبل عمل کیا تھا یا بعد میں اول الذکر صورت میں حدیث مطعون نہیں ہوگی کیونکہ امکان ہے کہ راوی کا اپنا نقطہ نظر کچھ اور تھا لیکن حدیث ملنے کے بعد اس نے رائے کو چھوڑ دیا اور حدیث پر عمل شروع کر دیا ہو۔

اور اگر راوی کے عمل کی تاریخ کا علم نہ ہو کہ راوی نے خلاف حدیث روایت کا علم ہونے کے بعد کیا تھا یا پہلے کیا تھا تو بھی حدیث مطعون نہیں ہوگی کیونکہ حدیث خود حجت ہے اس لئے اس پر عمل کیا جائے گا۔

لیکن اگر راوی کو حدیث کا علم تھا اور اس نے اس کے بعد حدیث کے خلاف عمل کیا تو اس صورت میں جمہور کے نزدیک حدیث مطعون نہیں اور احناف اسے مطعون سمجھتے ہیں احناف کے نزدیک اگر راوی اپنی روایت پر عمل نہ کرے تو اس کی وجہ حدیث کا منسوخ ہونا یا راوی

کا بھول جانا غفلت کا شکار ہونا یا حدیث کے خلاف عمداً عمل کرنا ہوگا اوران تمام صورتوں میں حدیث مطعون ہوگا۔

اگر حدیث منسوخ ہو چکی ہو تو اس پر عمل جائز نہیں کیونکہ منسوخ حدیث پر عمل کرنا حرام ہے اور راوی عمل کرتے ہوئے حدیث کو بھول گیا یا غفلت کا شکار ہوا تو مغفل یا نسیان والے راوی کی حدیث کے انقطاع پر علماء متفق ہیں اور اگر راوی نے عمداً حدیث کی مخالفت کی تو یہ اس کے فسق کی دلیل ہے اور اس کی حدیث بھی منقطع شمار ہوگی۔

لہذا تمام صورتوں میں اگر راوی حدیث کو جانتے ہوئے اس پر عمل نہ کرے تو حدیث مطعون اور نا قابل حجت ہوگی مثلاً حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اگر عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے لیکن آپ نے اپنی بھتیجی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی لڑکی کا نکاح بھائی کی غیر موجودگی میں کر دیا حالانکہ جسکا خود نکاح باطل ہے اس کا نکاح کروانا بھی باطل ہے اسلئے اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا۔ ایسے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث **قال رسول الله ﷺ اذا شرب الكلب فی اناء احد كم فليغسلة سبعا** جب کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو وہ اس برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔ لیکن ان سے منقول ہے کہ وہ برتن کو اس صورت میں تین مرتبہ دھونے کا فتویٰ دیتے تھے اسی فتویٰ پر عمل بھی کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں یا تو اس حدیث کے منسوخ ہونے کا علم تھا یا وہ یہ سمجھتے تھے کہ تین دفعہ سے زیادہ دھونا فضیلت کے طور پر ہے اس لئے یہ حدیث بھی مطعون اور قابل رد ہے۔

احناف میں سے امام کرخی کے نزدیک وہ حدیث مطعون نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ راوی بھول گیا ہو اور اس نے اسکی کوئی تاویل کرلی ہو یا اس کو کسی ایسے حدیث کا علم ہوا ہو جو اس سے زیادہ قوت کی تھی اس لئے اس نے اس پہلی حدیث کو چھوڑ دیا ہو ان تمام صورتوں میں حدیث مطعون شمار نہیں ہوگی کیونکہ ہمارے نزدیک حجت ہے نہ کہ راوی کا نقطہ نظر یا اس کا اجتہاد جب حدیث متصل ہو اور اگر راوی مقررہ شروط پر پورا اترے تو حدیث مسند اور قابل ہوگی ان کے نزدیک احناف کی ردشدہ حدیثوں سے بھی استدلال جائز ہے۔

(۳) راوی عام حدیث کو خاص یا اس کی تاویل کرے:۔

اگر راوی حدیث کے کئی احتمالات میں سے کسی ایک کو معین کر دے یا حدیث کی ایسی تاویل کرے جو ظاہر حدیث سے لغۃً یا اصطلاحاً اخذ نہ ہوتی ہو تو یہ بھی راوی کا اپنی حدیث پر اعتراض ہے۔ لیکن اس صورت میں راوی کی تاویل کسی اور پر حجت نہیں جیسے ایک مجتہد کسی دوسرے پر حجت نہیں ہوتا اس لئے اس صورت میں راوی کی تاویل رائے یا اجتہاد کو ترک کر کے اصل حدیث کو قبول کیا جائے گا مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ **المتبايعان بالخيار مالم يتتفرقا** بائع و مشتری کو فروخت شدہ یا خریدی ہوئی چیز کی واپسی کا اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ اس حدیث سے قولی طور پر جدا ہونا یعنی بات پکی ہو جانا اور بدنی طور پر جدا ہونا، دونوں لغت کی رو سے ثابت ہوتے ہیں لیکن ابن عمر نے اس سے مراد بدنی طور پر جدا ہونا لیا ہے۔ لہذا ان کی تاویل پر عمل نہ ہوگا۔

ایسے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے **من بدل دينه فاقتلوه** (۴۰) جو مرتد ہو جائے اس کو قتل کر دو لیکن ان کے فتوی کے مطابق مرتد کو قتل کرنا جائز نہیں، حالانکہ حدیث عام ہے اور مرد اور عورت دونوں سے متعلق ہے اور ابن عباس کی صرف مردوں کے بارے

میں تخصیص تاویل کی مانند ہے اس لئے حدیث کے ظاہری معنی کو احناف اور شوافع کے نزدیک نہیں چھوڑا جائے گا (۴۱)

اور حنبلیہ اور مالکیہ کے نزدیک ان کو قبول کیا جائے گا جب تک راوی کا احتمال اس کے ظاہری معنی کے مخالف نہ ہو جائے (۴۲)

۴) راوی اپنی حدیث پر عمل ترک کردے۔

راوی کا اپنی روایت کردہ حدیث پر عمل نہ کرنا بھی ایسے ہی ہے جیسے اس نے اپنی حدیث کے خلاف عمل کیا ہو اور یہ اس کی اپنی طرف سے حدیث پر طعن ہے اور اس وجہ سے بعض علماء کی رائے میں حدیث کے حجیت ختم ہو جاتی ہے (۴۳)

احناف کے نزدیک حدیث صحیح کے خلاف عمل کرنا یا اس پر عمل ترک کردینا دونوں حرام ہیں اور اگر صحابی اپنی روایت کردہ حدیث پر عمل نہ کرے تو یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ صحابہ سے حدیث کی قولی یا عملی مخالفت کی توقع کرنا عبث ہے اس کی مثال عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث ہے **ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع** (۴۴) رسول اکرم ﷺ رکوع کرتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں۔ لیکن مجاہد سے صحیح قول مروی ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ سالوں رہا ہوں لیکن انہیں تکبیر اولی میں رفع یدین کرتے دیکھا یہ اس کی دلیل ہے کہ ابن عمر کو معلوم تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اس لئے اس قسم کی روایت مطعون اور ناقابل حجت تصور ہوگی (۴۵)

شافعیہ اور حنبلہ کے نزدیک راوی کا حدیث پر عمل نہ کرنا اس کا اپنا اجتہاد یا فتوی ہو سکتا ہے لیکن حدیث کا ناسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث کی ناسخ حدیث ہو سکتی ہے اور کسی راوی کا عمل حدیث کا ناسخ نہیں ہو سکتا اس لئے اگر راوی حدیث پر عمل ترک کردے یا اس کے مخالف عمل کرے یا مخالف فتویٰ دے تو حدیث پر عمل ترک نہیں کیا جائے گا جیسے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے **قال رسول الله ﷺ ان الامة اذا عتقت تحت عبد فخیرت** (۴۶) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کسی غلام سے شادی شدہ لونڈی کو جب آزاد کیا جائے تو لونڈی کو اختیار ہے چاہے اس غلام کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو اس کی زوجیت سے آزاد ہو جائے۔ لیکن ابن عباس لونڈی کے بیچنے کو اس کی طلاق سمجھتے ہیں اسلئے جمہور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو راوی کے عمل نہ کرنے کے باعث ناقابل حجت تصور نہیں کرتے (۴۷) قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس بارے میں بھی احناف کا موقف کس قدر مضبوط ہے۔

خبر مطعون جس پر غیر راوی اعتراض کرے:

خبر مطعون کی پہلی قسم وہ ہے جس میں راوی حدیث اپنی روایت کردہ حدیث کی قولی یا عملی مخالفت کرے اور اس کی دوسری قسم وہ ہے جس میں راوی کے علاوہ صحابہ کرام یا محدثین اس حدیث کی مخالفت کریں۔ اگر ان دونوں کی طرف سے یا ان میں سے کسی ایک طبقہ کی طرف سے کسی حدیث کی مخالفت ہو تو وہ حدیث بھی مطعون شمار ہوگی۔

پھر صحابہ اور محدثین کے اعتراضات میں بھی فرق ہے صحابہ کے اعتراض کی دو صورتیں ممکن ہیں پہلی یہ کہ حدیث کی قولی مخالفت کریں یعنی جب وہ حدیث سنیں تو اسے جھٹلا دیں اور دوسری یہ کہ وہ حدیث کی عملی مخالفت کریں یعنی اس حدیث کے خلاف عمل کریں۔

صحابہ کا حدیث کی عملی مخالفت کرنا بھی اسے اسلئے مطعون بنا دیتا ہے کہ ان سے حدیث کی مخالفت کی توقع رکھنا عبث ہے محدثین کی طرف سے صرف قولی اعتراض معتبر ہوگا اور ان کے خلاف عمل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی صحابہ کی طرف سے عملی مخالفت کے مزید دو امکانات یہ بھی ہیں

(۱) حدیث ہر عام وخاص کو معلوم ہو یعنی اس کے مخفی رہنے کا احتمال نہ ہو اور پھر مخالفت کی گئی ہو۔

(۲) حدیث نادر الوقوع ہو یعنی جس کے مخفی رہنے کا احتمال ہو اور تمام صحابہ کو اس کا علم نہ ہو اور بعض اس کی مخالفت کرتے رہے

محدثین کے اعتراضات کے کئی اقسام ہیں جس میں بعض کو احناف نے قبول کیا ہے اور بعض کو قبول نہیں کیا۔

حدیث پر صحابہ کرام کے اعتراض:۔

(الف) حدیث کے مخفی رہنے کا احتمال نہ ہو اور پھر مخالفت کی گئی ہو:

اگر صحابہ کرام ایسی حدیث کی مخالفت کرتے ہیں جس کے مخفی رہنے کا احتمال نہیں ہوسکتا، تو یہ احناف کے نزدیک ان کی طرف سے حدیث پر اعتراض ہے جو حدیث کو مطعون اور نا قابل حجت بنادے گا مثلاً حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے **البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام** (۵۰) اگر کنوارہ کنواری سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے اور جلاوطنی کی سزا دو۔

جلاوطنی سے مراد شہر بدر کرنا ہے یعنی اسے اس کے مسکن سے اتنا دور بھیج دیا جائے جتنے سفر سے نماز قصر ہو جاتی ہے (۵۱) لیکن حضرت عمرؓ نے جب ربیع بن خلف کو خیبر کی طرف جلاوطن کیا تو وہ ہرقل روم سے مل گیا اور عیسائی ہوگیا تو آپ نے فرمایا ''میں اب کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا'' ایسے ہی حضرت علی نے بھی فرمایا جلاوطنی ایک فتنہ ہے (۵۲)

اس طرح رسول اکرم ﷺ جب کسی شہر کو فتح کرتے تو غیر مسلموں پر جزیہ لگاتے اور وہ زمین اور دوسرا مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرمادیتے، مثلاً نضیر، قریظہ اور خیبر کی فتح کے موقع پر آپ ﷺ نے ایسے کیا لیکن حضرت عمر نے جب عراق کو فتح کیا تو بقیہ مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کرکے زمین اہل عراق کے پاس رہنے دی اور ان سے اس کا خراج وصول کیا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ حضرت عمر کو سنت نبوی ﷺ کا علم نہیں تھا، بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ بات حتمی نہیں۔ اور مزید یہ کہ اس عراق کے مسئلہ پر شوری کے اندر کئی دن بحث ہوتی رہی اور حضرت عمر کی اس رائے کی مخالفت صرف حضرت بلال اور چند صحابہ نے کی جن کا تفقہ معروف نہیں تھا اور باقی تمام صحابہ کرام نے آپ کے اس موقف کی حمایت کی۔ اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کی طرف سے حتمی حکم نامہ نہیں تھا جس کو حضرت عمر نے بدل دیا۔

ایسے ہی حضرت عمر نے متعہ النساء اور متعہ الحج سے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ عہد نبوی میں تھا مگر میں ان سے روک رہا ہوں اسلئے ابن سیرین نے کہا کہ حضرت عمر عہد نبوی میں عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم کے مروج ہونے کی شہادت بھی دیتے اور اس سے روکتے بھی تھے (۵۵)

(ب) حدیث کے مخفی رہنے کا احتمال کے ساتھ صحابہ مخالفت کریں۔

احناف کی رائے میں اگر حدیث کے مخفی رہنے کا احتمال ہو تو صحابہ کا اس سے خلاف عمل اس حدیث کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوگا کیونکہ امکان ہے کہ وہ حدیث صحابی تک نہ پہنچی ہو اور وہ کسی اور حدیث یا اجتہاد پر عمل کرتے رہا ہو مثلاً رسول اکرم ﷺ نے حایضہ کو طواف الصدر کی رخصت عطا فرمائی تھی۔ یعنی اگر حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد صرف طواف الصدر باقی رہ جائے اور عورت کو حیض شروع ہو جائے تو وہ طواف چھوڑ کر گھر آسکتی ہے مگر حضرت عبداللہ بن عمر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور اگر اپنی خواتین کے ساتھ حج پر جاتے اور یہ صورت حال رونما ہو جاتی تو پاک ہونے کے بعد خواتین کو طواف صدر کروا کے واپس لاتے۔ لہذا ممکن ہے کہ ان تک رخصت والی حدیث نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے نہ پہنچی ہو اس لئے وہ اس حدیث پر عمل نہ کرتے ہوں۔

ایسے ہی حضرت ابوموسی اشعری کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے جس میں حکم ہے کہ نماز میں قہقہہ لگانے والے کا وضو اور نماز دونوں فاسد ہو جاتے ہیں ممکن ہے کہ ان کا اس حدیث کے خلاف عمل عدم واقفیت کی وجہ سے ہو کیونکہ یہ حدیث نادر واقعات سے متعلق ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث ان تک نہ پہنچی ہو۔

محدثین کے اعتراضات: محدثین اگر حدیث کے راوی پر اعتراض کریں تو ان کا اعتراض بھی حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے لیکن اعتراضات کی کئی اقسام ہیں اور پھر ان تمام اقسام کی تحقیق کی جائے گی کہ آیا یہ اعتراض علماء اصول کے نزدیک معتبر ہے یا وہ ان کو غیر معتبر گردانتے ہیں۔ اگر وہ اعتراض معتبر ہوئے تو حدیث کی حجت پر اثر پڑے گا اور اگر معتبر نہ ہوئے تو حدیث قابل حجت ہوگی اور اعتراض رد کر دئے جائیں گے۔ اگر محدثین کسی راوی پر مبہم اعتراض کرتے ہیں مثلاً ان کا یہ اعتراض کہ وہ حدیث منکر ہے ثابت نہیں، فلاں متروک الحدیث ہے، ذاہب الحدیث ہے، مجروح ہے یا فلاں عادل نہیں اور انہوں نے اس کا سبب بھی بیان نہیں کیا ہے کہ کس وجہ سے اس پر یہ اعتراضات ہیں تو انکے اعتراضات جمہور کے نزدیک رد کر دئے جائیں گے لیکن ابوبکر الباقلانی اور کچھ علماء کے نزدیک مبہم اعتراض بھی قبول کیا جائیگا۔

احناف کی رائے میں مسلمانوں کی ظاہری عدالت خیر القرون میں خصوصاً اور باقی ادوار میں عموماً ایک مسلم امر ہے اس لئے ظاہر عدالت کو مبہم اعتراض کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ مزید یہ کہ شہادت کی معاملہ روایت حدیث سے زیادہ نازک ہے کیونکہ اس میں عدد اور حریت کی شرط ہے۔ جب اس میں مبہم اعتراض پر گواہی رد نہیں کی جاسکتی تو حدیث میں بدرجہ اولی ہونا چاہئے اس لئے محدثین کے مبہم اعتراض کی وجہ سے کسی راوی کی حدیث مطعون تصور نہیں ہوگی۔

اگر محدثین کی طرف سے اعتراض کی وضاحت کی گئی ہے تو اس بات کا امکان ہے کہ بعض کے نزدیک وہ اعتراض معتبر نہ ہو اور بعض کے نزدیک معتبر ہو، اگر وہ معتبر ہو اور راوی کی صحت پر اثر انداز ہو تو اس کی بھی دو اقسام ہیں: ایک قسم میں اجتہادی اختلاف کی وجہ سے

اعتراض ہوتا ہے اور دوسری قسم میں متفق علیہ اعتراض ہوتا ہے اجتہادی اختلاف کی مثال یہ ہے جیسے جمہور کے نزدیک نبیذ پینے والا فاسق ہے لیکن احناف کے نزدیک نبیذ حلال ہے ایسے ہی احناف کے نزدیک ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ پڑھنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے مگر شوافع کے نزدیک نہیں ہوتا دوسری قسم میں اعتراضات کے دو اقسام ہیں یا تو وہ اعتراضات نصیحت اور اصلاح کیلئے لگائے جائیں جیسے عام محدثین یا حنفی علماء کرام لگاتے ہیں یا پھر وہ تعصب اور عداوت کی وجہ سے لگائے جائیں جیسے معتزلہ، خوارج، قدریہ، جبریہ امامیہ اور دوسرے فرقوں والے اہل سنت پر لگا کر ان کے روایات کو قبول نہیں کرتے۔

(الف) غیر معتبر اعتراضات: ایسے اعتراضات جو معتبر نہیں وہ احناف کے نزدیک نو ہیں۔

۱۔ فقہاء اور علماء اصول پر حدیث سے ناواقفیت کا اعتراض
۲۔ تدلیس وارسال کا اعتراض
۳۔ تلبیس کا اعتراض
۴۔ بداخلاقی کا اعتراض
۵۔ گھوڑ سواری کا اعتراض
۶۔ کثرت مذاق کا اعتراض
۷۔ کم عمری کا اعتراض
۸۔ روایات کم بیان کرنے کا اعتراض
۹۔ فروعی فقہی مسائل زیادہ کرنے کا اعتراض

۱۔ فقہاء اور علماء اصول پر حدیث سے ناواقفیت کا اعتراض: ائمہ کرام مثلاً امام شعبی، امام مالک، وغیرہ کا ہم پر اس قسم کا اعتراض کہ وہ علم حدیث سے یا رسول اکرم ﷺ کی حدیثوں سے اشنا نہ تھے یا انہیں چند حدیثیں یاد تھیں وغیرہ بالکل بے بنیاد اور تعصب کی وجہ سے ہیں جیسے بعض متعصبین حضرت امام ابوحنیفہ پر عدم واقفیت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ ان کا بیٹا ان کے استاد حماد کی کتاب سے ان کی لکھی ہوئی حدیثیں بیان کر رہا ہے کہ امام صاحب نے اس سے کتاب کھینچ لی اور اس سے خفا ہوئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ امام صاحب کے تقوی کی دلیل ہے کیونکہ وہ حدیث کو حافظہ کی مدد سے بیان کرنے والے سمجھتے تھے اور یہ بات حقیقت ہے کہ حافظہ پر انحصار کرنے والا غلطیاں کم کرتا ہے۔

(۲۔۳) تدلیس ارسال اور تلبیس کا اعتراض: تدلیس کے لغوی معنی مشتری سے مال کا عیب کا چھپانا ہے لیکن محدثین کی اصلاح میں اس سے مراد حدیث کی سند کو چھپانا ہے اور اس طرح کہنا" حدثنا فلان عن فلان "اور ایسے نہ کہنا کہ میں فلاں اس کا نام لے کر

سے سنا اور پھر پوری سند بیان کرے۔

محدثین کے نزدیک تدلیس کی دو قسمیں ہیں تدلیس الاسناد اور تدلیس الشیوخ اور حدیث مدلس کو نا قابل حجت سمجھتے ہیں۔

لیکن حنفی علماء اصول کے نزدیک تدلیس میں ارسال کی طرح شبہ ہے کہ مبادا اس نے درمیان میں کوئی راوی چھوڑ دیا ہو اور جس طرح ارسال راوی میں طعن کا باعث نہیں بنتا اس طرح احناف کے نزدیک تدلیس بھی حدیث کو مطعون نہیں بناتی۔

لیکن بعض شافعیہ کے نزدیک حدیث مدلس میں توقف کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ راوی متن حدیث میں تو تدلیس نہیں کرتا؟ جو محدثین کے نزدیک مدرج کہلاتا ہے اگر وہ متن میں تدلیس کرتا ہے تو اسکی حدیث شافعیہ اور حنبلیہ دونوں کے نزدیک مطعون اور قابل رد ہوگی۔

اور اگر وہ سند میں تدلیس کرتا ہو تو دیکھا جائے کہ کیا وہ سند کے ناموں کو بالکل بدل دیتا ہے یا صرف اپنے سے اوپر والے راوی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اول الذکر صورت میں وہ جھوٹا شمار ہوگا اور اسکی حدیث مطعون ہوگی اور دوسری صورت ہو تو اس قسم کی تدلیس راوی کو مجروح نہیں کرے گا لیکن اس کی حدیث اگر وہ راوی عن فلان کہتا ہے تو قبول نہیں کی جائے گی اور اگر وہ حدثنی، اخبرنی کہتا ہے تو حدیث قبول کی جائے گی۔

(۴) **بد اخلاقی کا اعتراض:** کسی پر بد اخلاقی کا اعتراض حدیث کو مطعون نہیں کرتا کیونکہ مختلف طبقوں کے نزدیک اخلاق کے مختلف معیار ہوتا ہے۔ زاہد و پارسا لوگوں کا معیار اخلاق فقہاء و متکلمین کے معیار اخلاق سے نہیں ملتا۔ اور نحویوں کا اخلاقی معیار مورخین کے معیار سے مختلف ہے اسلئے اس قسم کے اعتراض سے حدیث کی حجیت ساقط نہیں ہوگی مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ وہ اپنی حدیث بیان کریں کہ امام محمد ان کو سنیں لیکن عبداللہ بن مبارک نے سنانے سے انکار کر دیا جب ان سے انکار کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان کا اخلاق پسند نہیں آیا۔ حالانکہ یہ واقعہ ان کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے اور حقیقی صورت حال یہ ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ اس امت میں ہر زمانہ میں ایک آدمی ایسا ہوگا جس کے ذریعے اللہ تعالی امت کے دین دنیا کی حفاظت فرمائیں گے اور جب ان سے پوچھا گیا کہ دور حاضر میں وہ کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا محمد بن الحسن الکوفی۔

(۵) **جانور دوڑانا:-** اعتراضات میں سے ایک اعتراض راوی کا جانور دوڑانا ہے یعنی گھوڑ دوڑ میں حصہ لینا اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنا وغیرہ ہے حالانکہ گھوڑ دوڑ میں حصہ لینا شرعی حکم ہے تاکہ انسان جہاد کیلئے تیار رہے اور رسول اکرم ﷺ خود مدینہ میں گھوڑا دوڑاتے تھے اور آپ نے اس کا حکم بھی فرمایا ہے اسلئے محدثین کا یہ اعتراض بھی بے معنی ہے جیسے شعبہ بن حجاج سے پوچھا گیا کہ آپ نے فلاں کی حدیث کیوں قبول نہیں کی تو انہوں نے جواب دیا کیونکہ وہ گھوڑ دوڑ میں مشغول رہتا ہے۔

(۷) **کثرت مزاح:** ان اعتراضات میں ایک راوی کا اکثر مزاق کرتے رہنا ہے حالانکہ مزاق کرنے والا حق بات کرے جھوٹ نہ بولے اور ہر شخص کی پگڑی اچھالنے کا عادی نہ ہو تو ایسا مزاق شرعاً مباح ہے جیسے رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی اونٹنی مانگنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تو اونٹ کا بچہ دیتا ہوں تو اس نے فرمایا، یا رسول ﷺ میں بچہ کو کیا کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا یہ بڑا اونٹ بھی تو کسی کا بچہ ہوگا۔ اس طرح جب آپ سے ایک بڑھیا نے عرض کی کہ میرے لئے جنت کی دعا کریں تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں بڑھیا

داخل نہیں ہونگی وہ بڑھیا رونے لگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے کہو کہ یہ جنت میں جوان ہو کر داخل ہوگی۔ اور آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی **انا انشاناھن انشاء فجعلناھن ابکارا** ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنادیں گے۔ اس لئے یہ اعتراض بھی شرعی لحاظ سے مناسب نہیں۔

(۷) کم سنی: راویوں پر کم عمری کا اعتراض لگا کر ان کی روایات قبول نہ کرنے کا طریقہ بھی معتبر نہیں۔ کیونکہ علماء اصول اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ تحمل حدیث میں، بلوغت اور عدالت شامل نہیں، اس لیے ان بیشمار صحابہ کے روایات کی قبولیت پر امت کا اجماع ہے، جنھوں نے کم سنی میں احادیث سنی اور بلوغت کے بعد بیان کیں۔ اور اس اعتراض کی اجماع امت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں اور علماء اصول نے بعض مقامات پر صغار صحابی کی حدیث کو کبار صحابی کی حدیث پر بعض وجوہ کی بنا پر ترجیح دی ہے مثلاً عبداللہ بن ثعلبہ کی صدقہ فطر کے بارے میں اس حدیث کو علماء ابوسعید خدری کی حدیث پر فوقیت دیتے ہیں، عبداللہ بن ثعلبہ کی حدیث یہ ہے **قال رسول اللہ ﷺ ادوا عن کل حر وعبد صغیر او کبیر نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو صاعا من شعیر** رسول ﷺ نے فرمایا ہر آزاد اور غلام چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا کی طرف سے نصف صاع گندم اور اور ایک صاع جو یا کھجور صدقہ فطر کے طور پر دو۔ ابوسعید خدری کی حدیث یہ ہے **کنا نخرج زکاۃ الفطر صاعا من طعام** ہم صدقہ فطر ایک صاع طعام نکالتے تھے۔ عبداللہ بن ثعلبہ کی حدیث کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ محکم ہے اور متن کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اس لئے علماء اصول کی رائے میں راوی پر صغیر سنی کا اعتراض لگانے سے حدیث مطعون شمار نہیں ہوگی۔

(۸) احادیث کم روایت کرنا: اگر کسی راوی کو احادیث بیان کرنے کی عادت نہ ہو تو محدثین کے نزدیک اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی لیکن علماء اصول کے نزدیک معتبر راوی کا متقی رہنا ہے نہ کہ کثرت سے روایت کرنا صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے لیکن ان پر کوئی یہ اعتراض کر سکتا تھا؟ صحابہ کرام میں سے کچھ وہ تھے جو ہر وقت احادیث بیان کرنے سے روکتے تھے اور بعض ہر وقت احادیث بیان کرتے تھے۔ لیکن علماء اصول کسی کی روایت کو زیادہ روایات بیان کرنے کی وجہ سے ترجیح اور کم روایت کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے بھی ایک بدوی کی روایت ھلال رمضان کے بارے میں قبول نہیں کی تھی حالانکہ وہ روایات بیان کرنے کا عادی نہیں تھا۔

(۹) فقہ کے فروعی احکام زیادہ بیان کرنا: غیر معتبر اعتراضات میں سے ایک فقہ کے فروعی احکام زیادہ بیان کرنا ہے۔ جیسے بعض محدثین امام ابو یوسف پر یہ اعتراض لگاتے ہیں حالانکہ یہ اعتراض کوئی عیب نہیں بلکہ اس شخص کے اجتہاد، بہترین حافظہ اور تقوی کی دلیل ہے، کہ وہ ہر وقت امت کیلئے مسائل کا حل تلاش کر کے ان کو سہولت میسر کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ یہ ایک خوبی ہے نہ کہ طعن۔

(ب) **معتبر اعتراض:** اگر اعتراض اس قابل ہو کہ حدیث کو مطعون بنا دے تو اس کی دو وجہیں ہوں گی۔

۱) طعن بسبب اجتہاد۔ ۲) طعن متفق فیہ

اجتہادی مسائل کی وجہ سے اعتراض: اگر اجتہادی مسائل میں اختلاف مثلاً نبیذ پینے والے کو فاسق کہہ کر اس کی روایت رد کرنا یا ذبیحہ عمداً بسم اللہ نہ پڑھنے والے کو فاسق کہنا اور اس طرح کے بے شمار مسائل میں اختلاف کے سبب طعن ہو تو وہ قبول نہیں کیا جائیگا اور حدیث مطعون شمار نہیں ہوگی۔

متفق فیہ اعتراض: اگر راوی پر اس قسم کے اعتراض ہوں جن پر سارے محدثین متفق ہوں تو اس کی بھی دو قسمیں ہوں گی۔

۱) تعصب یا عداوت کی وجہ سے ۲) نصیحت واصلاح کیلئے

پہلی قسم سے مراد ایسے اعتراض ہیں جو کچھ فرقہ ایک دوسرے پر تعصب یا عداوت کی وجہ سے لگائیں لیکن ان کی تاریخی حیثیت نہ ہو مثلاً امامیہ، معتزلہ، خوارج، قدریہ، جبریہ وغیرہ اہل سنت پر حضرت علی کی مخالفت، کتمان احادیث، کذب علی الرسول وغیرہ کے اعتراض لگاتے ہیں یا بعض شافعیہ احناف پر حدیث سے عدم واقفیت یا حدیث کو رد کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ اگر اعتراض اس نوعیت کے ہیں تو یہ اعتراضات ان کی احادیث کو مطعون نہیں بنائیں گے۔

۲) لیکن اگر اعتراض دوسری قسم کے ہوں یعنی نصیحت اور اصلاح کی لئے لگائے گئے ہیں جیسے احناف علماء اصول نے مختلف راویوں پر مختلف اعتراضات کر کے ان کی حدیثیں قبول نہیں کیں تو یہ اعتراض معتبر ہوں گے اور اس سے حدیث مطعون تصور ہوگی واللہ اعلم

حوالہ جات

ا) مقدمه ابن خلدون ص ۴۴۵

ب) كتاب الرسالة للامام الشافعیؒ میں ان کی تفصیل موجود ہے۔

ج) مقدمه ابن الصلاح اس میں متعدد مقامات پر علماء اصول اور فقہاء کا حوالہ دیا ہے ملاحظہ فرمائیں ص ۲۶ بیان حدیث مرسل، ص ۲۴ حدیث مفصل، ص ۳۵ حدیث مدلس اور اس قسم کے بے شمار عبارتیں جن میں فقہاء کا ذکر ہے۔

د) فقه اسلامی کا تاریخی پس منظر محمد تقی امینی ص ۳۸۹

ہ) تیسیر مصطلح الحدیث ڈاکٹر محمود طحان ص ۱۴

و) اصول السرخسی تحقیق ابو الوفاء افغانی ج ۱ ص ۳۴۱

ز) الابهاج شرح المنهاج، ج ۳ ص ۳۳۹ نیز ملاحظہ فرمائیں الاشاره فی اصول الفقه اسلام آباد معهد الدراسات الاسلامیه 1898ء 1981ء

ج) نورالانوار علی المنار (ج۲ص۴) نیز ملاحظہ فرمائیں فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (ج۲ص۱۱۱)

ط) مقدمه ابن الصلاح ص ۱۳۵

1) لسان العرب لابن منظور افریقی کتاب الالف باب الدال نیز ملاحظہ فرمائیں شرح الکوکب المنیر ج ۲ ص ۳۴۵ تحقیق وھبه الزھیلی وغیره مکه مکرمه کلیة الشریعة : کتاب خامس

2) کشاف اصطلاحات الفنون محمد علی تھا نوی ج ۲ ص ۱۴۶۲

3) المفردات فی غریب القرآن ، ص ۵۱۴ تشریح لفظ احد 4. سورة الاخلاص . ۱

:5 لسان العرب کتاب الالف باب الدال نیز ملاحظہ فرمائیں القاموس المحیط باب الدال فصل الهمزه

:6 سورة الاحزاب . ۳۲

:7 سورة الاحزاب . ۴۰

:8 المفردات فی غریب القران ص۱۲ نیز ملاحظہ فرمائیں معجم البسیط . ج ۱/ص ۸ تشریح لفظ احد

9) اصول البزدوی (ص۱۵۲) نیز ملاحظہ فرمائیں التوضیح و التلویح (ج۱ص۴۱۷)، کشف الاسرار (ج۲ص۱۳) علم اصول الفقه عبد الوھاب خلاف (ص۲۲۴) لاحکام فی اصول الاحکام (ج۱ص۴۸)

10) اصول البزدوی ، ص ۴۹ . ۲۰۰ .اصول السرخسی ج ۱ ، ص ۳۸۱

11) التوضیح و التلویح ج۲ص۴۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں ادب القاضی ص ۳۸۳ الاحکام فی اصول الاحکام ج(۲)ص۱۱۰، شرح مختصر ابن حاجب ج۲ص۶۲،۶۳، المختصر فی اصول الفقه مکه مکرمه کلیة الشریعة والد راسات الاسلامیه الکتاب التاسع ص ۸۶

12) میزان الاصول فی نتائج المعقول ، سمرقندی ص ۴۳۵

13) بیهقی کتاب الاسماء والصفات ج۲ ص ۱۱۱

14) التحصیل من المحصول ، ج۲ ،ص ۱۴۰

15) میزان الاصول فی نتائج المعقول ص۴۳۳ نیز ملاحظہ فرمائیں، کتاب اللمع ص۱۹۰ شرح البدخش ج۲،ص۳۵۴

16) سورة الاحزاب ۴۰

17) صحیح بخاری ، کتاب المناقب ، باب خاتم النبین، حدیث نمبر ۳۳۴۲

18) صحیح مسلم ، کتاب الحدود باب حدالخمر حدیث نمبر ۲۶ نیز ملاحظہ فرمائیں، کتاب اللمع للامام الشیرازی ص ۱۹۰ اعلام الموقعین للامام ابن قیم الجوازی ج ۱ ، ص ۳۱۱

19) میزان الاصول فی نتائج المعقول ، ص ۴۳۴

20) مزیل الحواشی شرح اردو اصول الشاشی ص۳۲۸
21) کتاب اللمع،ص۱۹۰
22) حسامی مع شرح بالنامی عبدالحق حقانی دیوبند ج ۱ ص۳۴۸مزید اصول السرحسی تحقیق ابوالوفاء داهانی، قاهره ج ا ء ص۳۲۹
23) صحیح بخاری ، باب وجوب القراء للاماموالماموم فی الصلاة کلیها، حدیث نمبر۷۲۳
24) سورةالمزمل . ۲۰
25) اصول البزدوی ،ص ۱۷۴
26) اصول البزدوی(ص۱۷۴،۱۷۵) نیز ملاحظہ فرمائیں،حسامی شرح بالنامی (مولانا عبدالحق حقانی ج۱ص۱۵۷
1) کشف الا سرار شرح اصول لبزدوی ج 3 ، ص 725-727 ابوالولید الباجی الاشاره فی اصول الفقه اسلام آباد معهد الدراسات الاسلامیه ،1981ءص 41 . قافی شرح تنقیح الفصول ص155
2) کشف الاسرار شرح المنار ج2ص40نیز ملاحظہ فرمائیں،ماوردی ،ادب القاضی تحقیق یحی هلال سرجان ج1ص198
3) تیسیر مصلح الحدیث دکتورمحمود طحان ص134
4) مقدمه فی الصول الحدیث مولاناعبدالحق دهلوی تعلیق سلمان الحسینی الندوی ، لکھنوص39
13) معجم البسیط ، ج 2 ، ص558 نیز ملاحظہ فرمائیں،المصباح المعیر، ص 141
14) کشف الاسرار ج3،ص779نیز ملاحظہ فرمائیں،اصول الرخسی ج3 الحسامی مع النامی ج1ص151
15) اصول البزدوی ، ص 191-200
16) کشف الاسرار شرح المنار ، ج2 ، ص 76
17) سنن ابی داؤد .ابوب الاحکام ، باب القضاء بالشاهدوالیمین ، حدیثنمبر 2390
18) ادب القاضی ،ج 1، ص395 نیز ملاحظہ فرمائیں،روضةالناظرلابن قدامه ص62
19) مسند اهمد بن حنبل .ج2 ، ص235 (حدیث سند ابی هریره)
20) کشف الاسرار شرح المنار،ج2 ،ص77
21) شرح البدحشی .ج2 ص353 نیز ملاحظہ فرمائیں،الاحکام فی اصول الاحکام،ج2 ص 151
22) بخاری ، کتاب التیمم، باب التیمم هل ینفح فیهما ، حدیث نمبر 331
23) اصول السرخسی ج2ص5،نیز ملاحظہ فرمائیں،التوضیح مع التلویح ج2،ص441 فواتح

الرحموت ص172

24) المختصر فی اصول الفقہ مکہ مکرمہ الکلیۃ الشریعۃ الکتاب التاسع ص93 نیز ملاحظہ فرمائیں،شرح تنفیح الفصول ص159 النامی شرح الحسامی،ج ا ص152 فواتح الرحموت ، ج2 ص170

25) کشف الاسرار (ج3 ص781) نیز ملاحظہ فرمائیں شرح مختصر ابن الحاجب ص72

26) کشف الاسرارشوح المنار ، ج 2ص 78 نیز ملاحظہ فرمائیں،احکام الفصول فی الاحکام الاصول ، ص269 الاحکام فی اصول الاحکام ،ج 2 ص151

27) کشف الاسرار شرح اصو ل البزدوی ،ج 3 ،ص780 نیز ملاحظہ فرمائیں،روضۃ الناظرلابن قدامۃ ص62 احکام الفصول فی احکام الاصول،تحقیق عبد اللّٰہ محمد اظھوری ص369

28) کشف الاسرار شرح المنا، ج 2 ص 79 نیز ملاحظہ فرمائیں،مفتاح الوصولفی علم الاصول ، ص17 المختصر فی اصول الفقہ اللشارہ فی اصول الفقہ ،ص44

29) سنن ابی داؤد. ابواب النکاح . باب لا نکاح الابولی ،حدیث نمبر 1885

30) کشف الاسرار شرح المنار ، ج2،ص79

31) النا می شرح الحسامی،مولانا عبدالحق حقانی ج1،ص152

32) التواضیح مع التلو یح ،ج 2 ص 440 نیز ملاحظہ فرمائیں،النامی شرح الحسامی ج 1 ص152

33) اصول البزدوی ،ص193 نیز ملاحظہ فرمائیں،اصول السرخسی ، ج 2 ،ص 5

34) رجوع فرمائیں مقالہ ھذ اسابقہ اوراق میں منقطع کی تفصیل

35) سنن ابی دؤد . ابواب نکاح،باب لانکاح الابولی، حدیث نمبر 1885

36) بخاری ، حدیث نمر 170 . کتاب الضو، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان

37) اصول السرخسی ج3 ص6 نیز ملاحظہ فرمائیں، کشف الاسرارج2 ص 89 میزان الاصول ص445

38) ادب القاضی ،ج 1 ص396 مفتاح الوصول فی علم الاصول ص28 میزان اصول ،ص445

39) سنن ابی داؤد . ابواب التجارات ، باب البیعان بالخیار مالم یفرقا،حدیث نمبر 2199

40) سنن ابی داؤد .کتاب الحدود .باب الحکم من ارتد، حدیثنمبر 3657

41) تیسیرالتحریر مولاناامیربادشاہ ج 3،ص70 نیزملاحظہ فرمائیں،التواضیع مع التلویح ص44،میزان الوصول ص425

42) المختصر فی الفقہ ، ص 95 نیز ملاحظہ فرمائیں،احکام الاصول ،ص268

43) اصول البزدوی ،ص193

44) بخاری .حدیث نمبر 703 .کتاب الجماعة و الامامة،باب رفع الیدین اذاکبرواذارفع

45) کشف الاسرارشرح المنار، ج 2 ،ص 80 نیز ملاحظہ فرمائیں،اصول السرخسی، ج 3 ص 7 التوضیح مع التلویح ج2 ،ص440 تیسیر التحریر ج3ص73

46) سنن ابی داؤد .ابواب الطلاق ، باب خیار الامۃاذااعتقت،حدیث نمبر 2083

47) الاشاره فی اصول الفقه ص43 نیز ملاحظہ فرمائیں،ادب القاضی ، ج1 ص396

48) تیسیر التحریر، ج3 ،ص74

49) کشف الاسرارشرح اصول البزدوی ،ج3 ، ص786

50) سنن ابی داؤد. کتاب ابواب الحدود،باب حد الزنا،حدیث نمبر 2578

51) کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ،ج3،ص786 نیز ملاحظہ فرمائیں،تیسیر التحریر ج3 ص74

52) اصول البزدوی ، ص 196

53) نورالانوار ج2 ص80 نیز ملاحظہ فرمائیں،تیسیر التحریر ج3 ص74 ،الحسامی ج1،ص152

54) کشف الاسرار شرح المنار ، ج 2 ص 82 نیز ملاحظہ فرمائیں، اصول السرخی ،ج2 ص8

55) اصول بزدوی ، ص96

56) صحیح بخاری ، کتاب الحیض ،باب المراۃتحیض بعد الافاضه ، حدیث نمبر313

57) اصول السرخسی ، ج2 ص 8 نیز ملاحظہ فرمائیں،مولوی شریف .شرح التوضیع،ج2 ص441

58) سنن دار قطنی . کتاب الطهارة ، باب احادیث القهقههفی الصلاۃوعللها.

59-60) کشف الاسرار (ج3 ص788 نیز ملاحظہ فرمائیں،تیسیر التحریر ج3 ص74 نورالانوار (ج2،ص81)

61) اصول السرخسی ،ج 2 ،ص9

85) نورالانوار ،ج2 ،ص83 نیز ملاحظہ فرمائیں،التلویح شرح التوضیح،ج2،ص144

86) اصو ل السرخسی(ج2 ص11) نیز ملاحظہ فرمائیں،مولوی شریف ، شرح التوضیح (ج2 ص441)

87) کشف الاسرار شرح المنار ج2 ،ص86 نیز ملاحظہ فرمائیں،التلویح شرح التوضیح ج2 ص441

88) اصول البزدوی ص200 نیز ملاحظہ فرمائیں۔